سچا ایمان، پیہم عمل اور راستبازی کی عادت پیدا کرو

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

سچا ایمان، پیہم عمل اور راستبازی کی عادت پیدا کرو

(فرمودہ ۲۱؍ اکتوبر ۱۹۵۵ء برموقع افتتاح سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:-

''دنیا میں جب بھی کوئی اجتماع ہوتا ہے تو ہمیشہ اُسے ایک مناسب صورت دی جاتی ہے اور اسلام نے بھی اِس کو ملحوظ رکھا ہے۔ مثلاً ہمارا روزانہ کا اجتماع نماز ہے۔ نماز کو ہمارے خدا نے شروع ہی سے ایک ایسی شکل دی ہے جو سارے مسلمانوں میں یکساں نظر آتی ہے۔ یعنی سب مسلمانوں کا ایک طرف منہ کرنا، پھر ایک خاص وقت میں خاص قسم کی حرکات کرنا یعنی نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اوپر اُٹھانا، پھر سینہ پر ہاتھ باندھنا، منہ قبلہ رُخ کرنا، رکوع کرتے وقت سب کا گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جُھک جانا، سجدہ میں منہ اور ناک زمین پر لگانا اور اسی طرح کی اَور مختلف حرکات کرنا اور اِن سب باتوں کا ایک ہی وقت میں تمام کے تمام مسلمانوں میں جاری ہونا اس میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ وحدتِ کامل وحدتِ صوری کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ خدام میں وہ وحدتِ صوری پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ کچھ خدام تو ہاتھ باندھے کھڑے ہیں اور کچھ ہاتھ لٹکائے کھڑے ہیں۔ کچھ خدام ایک طرف دیکھ رہے ہیں تو کچھ دوسری طرف دیکھ رہے ہیں گویا اِس تھوڑے سے وقت میں بھی خدام اِس تنظیم کو جو درحقیقت اسلام نے ہی قائم کی ہے لیکن مسلمانوں نے اِسے بھلا دیا ہے قائم نہیں رکھ سکے۔ دوسرے صفیں ٹیڑھی ہیں۔ کوئی خادم آگے کھڑا ہے تو کوئی پیچھے کھڑا ہے۔ بیشک خیمے لگے ہوئے ہیں اور خدام ان کے آگے کھڑے ہیں لیکن جہاں خیمے ترتیب کے ساتھ ایک لائن میں لگائے گئے ہیں وہاں

چاہئے تھا کہ صفیں بھی ترتیب کیساتھ لگائی جاتیں۔

پس میری **پہلی ہدایت** تو یہ ہے کہ آئندہ اگر خیمے لگائے جائیں تو وہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک ہی لائن اور ایک ہی صف میں ہوں۔

دوسرے چونکہ خدام نے ایک خاص وقت میں صف میں کھڑا ہونا ہوتا ہے اِس لئے خیموں کے آگے ایک لائن لگا دی جائے جس پر تمام خدام ایڑیاں رکھ کر کھڑے ہوں۔ صف بندی ہمیشہ ایڑیوں کے ساتھ ہوتی ہے اُنگلیوں کے ساتھ نہیں ہوتی۔ اگر صف بندی اُنگلیوں کے لحاظ سے کی جائے گی تو کسی کا پاؤں چھوٹا ہوتا ہے اور کسی کا بڑا اِس لئے کسی کا پاؤں آگے ہو جائے گا اور کسی کا پیچھے۔ پس صرف ایڑی ہی ایسی چیز ہے جس پر صف بندی کی بنیاد رکھی جاتی ہے اِس لئے آئندہ کے لئے یہ بات نوٹ کر لی جائے کہ ہر خیمے کے آگے ایک لائن کھینچ دی جایا کرے تا اُس پر خدام سیدھی ایڑیاں رکھ کر کھڑے ہو جایا کریں۔ اِس کے علاوہ صف بندی کی خاص طور پر مشق کرانی چاہئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نماز میں جس کی صف سیدھی نہیں اُس کا دل ٹیڑھا ہے[1] ہمیں جب عید کے موقع پر یا کسی جنازہ کے لئے کھلے میدان میں صفیں بندھوانی پڑتی ہیں۔ تو باوجود پوری کوشش کے وہ ہمیشہ خراب رہتی ہیں کیونکہ مسجدوں میں دیواروں اور صفوں کی وجہ سے صفیں سیدھی باندھی جاسکتی ہیں لیکن کُھلے میدان میں ایسا مشکل ہوتا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ جوانی میں صف سیدھی رکھنے کی عادت نہیں ڈالی جاتی۔ پس خدام کو ہدایت دینی چاہئے کہ وہ صف بندی کی مشق کریں اور پھر اپنی اپنی جگہوں پر جا کر باقی خدام کو صف بندی کی مشق کرائیں۔

فوجیوں کو دیکھ لو ان کی صفیں ہمیشہ سیدھی ہوتی ہیں۔ ہمارے لوگ صف سیدھی کرنے کے لئے نیچے جُھک کر دیکھتے ہیں لیکن وہ ایسا نہیں کرتے۔ فوجیوں میں صف سیدھی کرنے کا طریق یہ ہے کہ وہ سیدھے چھاتی نکال کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کندھے کے ساتھ کندھا ملا لیتے ہیں۔ پھر آنکھ کو دائیں پھیر کر دیکھتے ہیں کہ کہیں صف ٹیڑھی تو نہیں۔ اگر صف ٹیڑھی معلوم ہو تو وہ فوراً سیدھی کر لیتے ہیں۔ پس جہاں سالانہ اجتماع کے موقع پر مختلف قسم کی

مشقیں کرائی جائیں وہاں خدام کو صف بندی کی بھی عادت ڈالی جائے اور یہ کام اِسی اجلاس سے شروع کر دینا چاہئے۔ قائد اور زعماء جو یہاں موجود ہیں، اِنہیں صف بندی کے اصول بتائے جائیں جب آخری دن آئے گا یعنی پرسوں صبح تو کوئی وقت نکال کر میں آپ کو اکٹھا کروں گا اور کھڑا کر کے دیکھوں گا کہ آیا آپ صحیح طور پر اپنی صفیں سیدھی کر سکتے ہیں اور آیا قائدین اور زعماء کو وہ طریق یاد ہو گیا ہے جسے ملحوظ رکھ کر خدام کو صفیں سیدھی رکھنے کی مشق کرائی جائے گی۔

تیسری بات مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جب ایسے کام کئے جائیں تو صحیح طریق یہ ہوتا ہے کہ خدام سیدھے کھڑے ہو جائیں اور اپنی نظریں سامنے رکھیں۔ اور خواہ کتنی ہی اہم بات کیوں پیدا نہ ہو وہ اپنی نظریں سامنے سے نہ ہٹائیں۔ یہ چیز بھی اسلام میں جاری کی گئی ہے۔ نماز میں یہ حکم ہے کہ نمازی اپنی نظر اپنی سجدہ گاہ پر رکھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ نماز میں جو شخص دائیں یا بائیں دیکھتا ہے یا اس کی نظر نیچے اور اوپر پھرتی ہے قریب ہے کہ خدا تعالیٰ اُس کی بینائی کو اُچک لے۔ اب دیکھ لو یہ کتنا خطرناک وعید ہے کہ خدا تعالیٰ ایسا کرنیوالے کو اندھا کر دے گا۔ غرض وہ سارے احکام جو اَب تنظیم کے لئے مقرر کئے گئے ہیں اسلام میں پہلے سے موجود ہیں۔ ہمیں یہ سبق سکھایا گیا ہے کہ صرف نماز میں ہی نہیں بلکہ تنظیم کے جو مواقع بھی پیش آئیں اُن میں ہمیں اِنہی اصولوں پر کاربند رہنا چاہئے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تمام خدام جو کھڑے ہیں ان میں سے کچھ دائیں طرف دیکھ رہے ہیں تو کچھ بائیں۔ کچھ اوپر دیکھ رہے ہیں اور کچھ نیچے حالانکہ اسلامی اصول کے مطابق چاہئے تھا کہ آپ سب سامنے دیکھتے۔ میرا خطیب ہونے کے لحاظ سے یہ کام ہے کہ چاروں طرف دیکھوں میں دیکھتا ہوں کہ اِس وقت جب میں سامنے دیکھنے کی نصیحت کر رہا ہوں اِس وقت بھی خدام دائیں اور بائیں اور اوپر اور نیچے دیکھ رہے ہیں۔ انسان کو کم از کم نصیحت کے وقت تو اِس پر عمل کر لینا چاہئے۔ بدقسمت ہے وہ شخص جو تنظیم کے وقت اپنا کام بھول جاتا ہے لیکن کم از کم وہ کمزوری جو نا قابلِ معافی ہے اور حیرت انگیز ہے وہ یہ ہے کہ انسان اُسی وقت جبکہ نصیحت ہو رہی ہو اُس کی خلاف ورزی کرے۔

اِس کے بعد مَیں آپ لوگوں کو بتانا چاہتا ہوں، اخبارات پڑھنے والے جانتے ہیں اور جن جماعتوں میں میں گیا ہوں وہ بھی جانتی ہیں کہ میں اڑھائی ماہ سے شدید کھانسی میں مبتلا ہوں اور میرا گلا بیٹھا ہوا ہے یہاں آکر کچھ آرام آ گیا تھا لیکن خطبہ سے دوبارہ تکلیف شروع ہوگئی ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہاں گرد اُڑتی ہے اور گرد کھانسی کے لئے مُہلک ہوتی ہے اس لئے باوجود اس خواہش کے کہ میں اکثر وقت یہاں گزاروں مَیں ایسا نہیں کرسکوں گا۔ نائب صدر میری جگہ پر کام کریں گے سوائے اُن وقتوں کے جن میں مَیں یہاں ٹھہرنے کا فیصلہ کروں یا میری صحت مجھے ٹھہرنے کی اجازت دے اِس لئے میں خدام کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ جب وہ کوئی کام کر رہے ہوں اور وہ مجھے یہاں آتا دیکھیں وہ اپنی آنکھیں اُسی طرح بند کرلیں گے کہ گویا اُنہوں نے مجھے دیکھا ہی نہیں۔ اگر وہ مجھے دیکھ کر میری طرف بھاگیں گے تو اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ گرد اُڑے گی اور میں بیمار ہو جاؤں گا اور آئندہ اجتماع میں شریک نہ ہوسکوں گا۔ سوائے دو تین اشخاص کے جو میرے ساتھ آنے اور جانے کے لئے مقرر ہیں۔ دوسرے خدام کو میرے ساتھ نہیں چلنا چاہئے۔ بلکہ اگر مخصوص عملہ کے سوا کوئی اَور شخص میرے ساتھ آ رہا ہو تو اُنہیں چاہئے کہ وہ اُسے الگ کر کے سمجھا دیں کہ اُس کا اِس طرح میرے ساتھ جانا منع ہے۔ اور پرائیویٹ سیکرٹری کو چاہئے کہ وہ میرے ساتھ آنے والے مخصوص عملہ پر مخصوص لیبل لگا دیں تا کہ ان کے علاوہ اگر کوئی اَور شخص میرے ساتھ آ رہا ہو تو کارکن اُس کو ہٹا سکیں۔

اس کے بعد مَیں خدام الاحمدیہ کو ان کے ان مستقل فرائض کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جو اسلام کی ابتداء سے ان پر عائد ہوتے ہیں بلکہ دنیا کی پیدائش سے ان پر عائد ہوتے ہیں لیکن مختلف وقتوں میں لوگ اُنہیں بھول جاتے رہے ہیں اور اُنہیں یاد کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کے انبیاء دنیا میں مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ نمازوں کے طریق بدلتے رہے ہیں، اعمال کی تفصیلات بدلتی رہی ہیں۔ روزوں کے طریق بدلتے رہے ہیں، حج کی جگہیں بھی بدلتی رہی ہیں، حج کی کیفیتیں بھی بدلتی رہی ہیں، زکوٰۃ کے طریق بھی بدلتے رہے ہیں اور زکوٰۃ کے نصاب بھی بدلتے رہے ہیں لیکن بعض ایمانی، اعتقادی

اور عملی اصول ایسے ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ابھی تک ایک ہی رہے ہیں اور قیامت تک ایک ہی رہیں گے۔ نہ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے خلاف کیا، نہ حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے سوا کوئی اور تعلیم دی، نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے انحراف کیا نہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے ان سے الگ ہو کر تعلیم دی اور نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جُدا گانہ تعلیم دی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر قیامت تک وہ اصول ایک ہی رہے ہیں، ایک ہی ہیں اور ایک ہی رہیں گے۔ لیکن بعض زمانے ایسے آتے ہیں جب لوگ ان اصولوں کو بھول جاتے ہیں اور بعض زمانے ایسے آئے ہیں جب مؤمنوں کو بڑے تعہّد اور سختی کے ساتھ اُن پر عمل کرنیکی ضرورت ہوتی ہے۔

ان اصولوں میں سے پہلی چیز ایمان ہے۔

ایمان کی اسلامی تشریح تو یہ ہے کہ ایمان اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کے فارمولہ پر جس کو عربی میں کلمہ کہتے ہیں یقین اور ایمان رکھے۔ لیکن دیکھ لو جب یہ کہا جاتا ہے کہ ایمان کیا چیز ہے یا اسلام کیا چیز ہے؟ تو تم کلمہ شہادت پڑھتے ہو اور کہتے ہو اِس پر ایمان اور یقین رکھنا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور چیز ہے اور کلمہ شہادت اور چیز ہے۔ ایمان درحقیقت وہ قوتِ محرکہ ہے جو صداقتوں کو ماننے اور صداقتوں کو دنیا میں پھیلانے کے پیچھے عمل کر رہی ہوتی ہے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وہ کلمہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور پھر اس کے بعد کے لوگوں میں قوتِ محرکہ کے طور پر رہا ہے یعنی جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اِس دنیا میں موجود تھے اُس وقت بھی یہ کلمہ قوتِ محرکہ کے طور پر تھا اور آپ کے بعد کے زمانہ میں بھی یہی قوتِ محرکہ کے طور پر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں کوئی کلمہ نہیں تھا بلکہ یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں تا وہ اپنی قوم کی اصلاح کریں اور اُن کے اعمال درست کریں اِسی کو قوتِ محرکہ قرار دیا گیا تھا۔ اِس سے

قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا اور ان کے بتائے ہوئے طریق پر عمل کرنا قوتِ محرکہ قرار دیا گیا تھا۔ گویا اسلام سب جگہوں پر موجود تھا لیکن اس کی شکلیں بدل گئی تھیں اِسی طرح ایمان ہر جگہ تھا لیکن قوتِ محرکہ بدلتی رہتی تھی۔

ایمان صرف کلمہ کا نام نہیں بلکہ ایمان نام ہے اس یقین اور اس اعتماد کا جو صداقت اور اصولِ صداقت پر ہو جو انسانی اعمال اور زندگی کو اسکے تابع کر دے۔ بے شک کسی وقت اِس کا جز و حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا تھا، کسی وقت اِس کا جز و حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا تھا، کسی وقت اس کا جز و حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانا تھا لیکن اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی لائی ہوئی تعلیمات پر ایمان لانا اِس کا جُزو ہے۔ پس پہلی چیز جس سے کوئی قوم بنتی ہے وہ ایمان ہے۔ یہ تو مذہبی چیز ہے لیکن جب ہم قوموں کی طرف جاتے ہیں تو ان کے اندر ایمان ایک الگ رنگ میں ہوتا ہے جسے نیشنل سپرٹ یا قومی روح کہا جاتا ہے۔ گویا قومی روح سیاسی ایمان ہے۔ ایک انگریز کا ایمان یہ ہے کہ حکومت کو جو مشکل بنتی ہے اُس کی حفاظت اور قیام کے لئے وہ ہمیشہ فعال رہے گا۔ ایک امریکن کا ایمان یہ ہے کہ امریکہ اور اُس کے ماتحت علاقوں کو جو مشکل حاصل ہے اُس کی حفاظت اور ترقی کے لئے وہ ہمیشہ کوشاں رہے گا۔ یہ سیاسی ایمان بھی اسی طرح کا ہے جس طرح کا مذہبی ایمان ہے کہ مذہب کی تمام صداقتوں پر ایمان لایا جائے اور اس کے جو اصول ہیں اُن کی حفاظت اور اشاعت کے لئے اپنی ساری زندگی لگا دی جائے۔ اور جس وقت کوئی شخص یہ پختہ ارادہ کر لیتا ہے کہ میں اِن صداقتوں اور اِن اصولوں پر قائم رہوں گا اور دوسروں کو بھی اِن کی طرف لاؤں گا تو اِسے ایمان کہتے ہیں۔

اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اسلام کا دوبارہ احیاء کیا گیا ہے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ اسلام زندہ ہی ہے لیکن موجودہ لوگوں کا یقین اور اعتماد جو بیکار ہو چکا تھا اور خدا اور اُس کا رسول اِس سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا رہے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اِسے دوبارہ زندہ کرنے کیلئے اِس دنیا میں تشریف لائے۔ پس احمدیت میں

داخل ہونے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس اصول صداقت کو اسلام نے پیش کیا ہے یعنی اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اِس کو وہ صحیح سمجھتا ہو، اس کے اندر یہ یقین پایا جاتا ہو کہ وہ عقیدہ جس پر اُسے قائم کیا گیا ہے وہ لفظاً لفظاً اپنے تمام اجزاء سمیت اور اپنے مجموعی معانی کے مطابق بالکل صحیح اور درست ہے اور یہ ضروری چیز ہے کہ وہ اسے دل میں قائم رکھے اور اسے دنیا میں پھیلائے۔ یہ اِس زمانہ کا اُسی طرح کا ایمان ہے جس طرح یہ اُس زمانہ کا ایمان تھا جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ظاہر ہوئے تھے۔

میں ہمیشہ دیکھتا ہوں کہ اکثر لوگ ایمان کے یہ معنے سمجھتے ہیں کہ وہ ان الفاظ کو دُہرا دیں جو کلمہ میں پائے جاتے ہیں یعنی اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یہ کوئی لمبا فقرہ نہیں، کوئی لمبی سورۃ اور کتاب نہیں جس کو کوئی ہندو، سکھ یا عیسائی یاد نہ کر سکے بلکہ یہ ایک چھوٹا سا فقرہ ہے جس کو ایک ہندو، ایک عیسائی، ایک سکھ، ایک زردشتی یا شنٹوازم کا قائل بھی ایک دو منٹ کے بعد دُہرا سکتا ہے۔ پس اگر اِس میں کوئی جادو ہے اور یہی الفاظ انسان کو کچھ کا کچھ بنا دینے کے قابل ہیں تو ہزاروں ہزار منکرین اسلام جو قرآن مجید کو محض اسکی تکذیب کرنے کے لئے پڑھتے ہیں وہ بھی مسلمان ہوجاتے۔ لیکن حال یہ ہے کہ ہزاروں ہزار اشخاص نے ہزار ہا دفعہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پڑھا اور وہ پھر بھی کافر کے کافر رہے بلکہ وہ ان لوگوں سے زیادہ کافر تھے جنہوں نے اسے بغیر پڑھے ردّ کیا۔ کیونکہ ان لوگوں نے کلمہ کے الفاظ کو پڑھ کر اور اس کا مفہوم سمجھ کر اس کو ردّ کیا جبکہ دوسروں نے اسے بغیر پڑھے ردّ کر دیا۔ پس ایمان کلمہ پڑھنے کا نام نہیں بلکہ اُن باتوں کو یاد رکھنے اور ان پر عمل کرنے کا نام ہے جو اِس میں بیان کی گئی ہیں۔ اور اس یقین کا نام ہے جو عمل پیدا کرتا ہے اور اُس قوتِ محرکہ کا نام ہے جو عقیدہ کو عمل کی صورت میں تبدیل کرتی چلی جاتی ہے۔

اس کی مثال کے طور پر مَیں بیلنا پیش کرتا ہوں۔ بیلنا اُس چیز کا نام ہے جس میں گنّے

پیلے جاتے ہیں اور ان سے رس نکالا جاتا ہے۔ خالی بیلنا مفید نہیں ہوسکتا۔ اگر بیلنے لگا دیئے جائیں اور ان کو خالی چلاتے رہیں تو ملک کو نہ رس ملے گا اور نہ شکر۔ بیلنے سے رس اُس وقت پیدا ہوگی جب اُس میں گنّے ڈالے جائیں گے اور پھر اُس رس سے شکر بنائی جائے گی۔ پس کلمہ کے الفاظ پر خالی یقین کر لینے کی مثال آپ وہ بیلنا سمجھ لیں جس میں گنّے نہ ڈالے جائیں۔ اور قوتِ محرکہ ایسی ہی ہے جیسے بیلنے میں گنّے ڈال کر اُسے حرکت دی جاتی ہے۔ جس طرح بیلنے کے اندر ایک ایسی مشین ہے جو گنّے کو حرکت دیتی ہے اور اُس سے رس نکلتی ہے اِسی طرح عقیدہ کے اندر جب تک قوتِ محرکہ نہ پائی جائے اِس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ کلمہ کے الفاظ کو خالی ماننا کوئی مفید چیز نہیں۔ کلمہ کے الفاظ کو اس حد تک ماننا چاہئے کہ وہ انسان کے اندر حرکت کر کے نئے اعمال پیدا کر دے اور اُسی وقت اسے ایمان کہتے ہیں۔ اس سے پہلے وہ صرف عقیدہ ہے ایمان نہیں۔

عقیدہ کا لفظ عربی میں اس بات کو کہتے ہیں جس کو ہم مانتے ہیں۔ ایمان کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب ہم اس سے فائدہ حاصل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایمان کے معنی ہیں امن دینا، فائدہ اور راحت دینا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ محض عقیدہ سے دنیا میں امن قائم نہیں ہوتا۔ دنیا میں امن اُن اعمال سے پیدا ہوتا ہے جو ہم عقیدہ کے نتیجہ میں بجا لاتے ہیں۔ گویا ایمان، عقیدہ اور قوتِ محرکہ کے مجموعہ کا نام ہے۔ جب عقیدہ اتنا پختہ ہو جاتا ہے کہ انسان اپنے اندر اُس کے ذریعہ تبدیلی پیدا کرے تو اُس کو مومن کہتے ہیں۔

جہاں تک عقیدہ کا سوال ہے دنیا میں ہزاروں ہزار اَن پڑھ لوگ بھی ایسے ملیں گے جو کہیں گے کہ اللہ ایک ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ گاؤں کی ایک بڑھیا عورت سے بھی پوچھو وہ کہے گی یہ بات سچ ہے کہ اللہ ایک ہے اور محمدؐ اس کے رسول ہیں۔ بعض اوقات یہ لوگ مر بھی جائیں گے مگر یہی کہیں گے کہ یہ بات سچ ہے لیکن باوجود اِس کے وہ اسلام کی اشاعت کے لئے کوئی فکر اور کوئی تدبیر نہیں کر رہے ہوتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر عقیدہ تو ہوتا ہے ایمان نہیں ہوتا۔ وہ یہ تو مانتے ہیں کہ خدا ایک ہے اور محمد اُس کے رسول ہیں لیکن یہ ماننے کا مقام اتنا ترقی نہیں کرتا کہ یہ بات ان

کے فکر، عقل اور جذبات کا ایک حصہ بن جائے۔ اِس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک سفید رنگ کا آدمی کالا کپڑا اوڑھ لے۔ اب وہ کالا کپڑا اوڑھ لینے سے کالا نہیں بن جاتا ہاں وہ دور سے ایک کالی چیز نظر آتا ہے۔ لیکن ایک کالے رنگ کا آدمی ہو تو جہاں تک جِلد کا تعلق ہوتا ہے وہ اندر سے بھی کالا ہوتا ہے اور باہر سے بھی کالا ہوتا ہے۔ یا مثلاً سیاہی جسم پر مل لینے کی وجہ سے کوئی شخص کالا نہیں ہو جاتا وہ تو صرف کوٹنگ (COATING) ہوگی یہ عقیدہ کی مثال ہے۔ لیکن ایمان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چیز واقع میں سیاہ ہو، کوئی چیز واقع میں سفید ہو، کوئی چیز واقع میں سرخ ہو، کوئی چیز واقع میں زرد رنگ کی ہو۔

غرض احمدیت میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے جو چیز اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے وہ ایمان ہے۔ عقیدہ اِس کا ایک حصہ ہے یعنی ایمان دو چیزوں کا نام ہے اور وہ عقیدہ اور قوتِ محرکہ ہیں۔ اور عقیدہ ایک چیز کا نام ہے یعنی کسی چیز کو سچا سمجھنا۔ پھر ایک شخص میں کام کا جوش ہوتا ہے ایک میں نہیں یعنی عقیدہ اور قوتِ محرکہ الگ الگ بھی پائی جاتی ہیں۔ ہزاروں ہزار آدمی ایسے پائے جاتے ہیں جو عقیدہ رکھتے ہیں لیکن ان میں قوتِ محرکہ نہیں پائی جاتی۔ اِسی طرح ہزاروں ہزار آدمی ایسے ہوتے ہیں جن میں عقیدہ نہیں پایا جاتا صرف قوتِ محرکہ پائی جاتی ہے۔ وہ کام کرتے ہیں لیکن کوئی مقصد اپنے سامنے نہیں رکھتے۔ گویا عقیدہ مقصد پر دلالت کرتا ہے اور ایمان مقصد اور اس کے مطابق عمل پر دلالت کرتا ہے۔ دنیا میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو مقصد رکھتے ہیں لیکن عمل نہیں کرتے اور دنیا میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو عمل کرتے ہیں لیکن کوئی مقصد نہیں رکھتے۔ لیکن مومن وہ ہے جو مقصد اور عمل دونوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔

دوسری چیز جو احمدیت میں داخل ہو کر انسان کو اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے وہ عمل ہے۔ ایمان کے بعد عمل کا مقام آتا ہے اور یہ وہ مقام ہے جہاں قوتِ محرکہ عمل میں آجاتی ہے۔ مثلاً بیلنا ہے۔ بیلنے میں اگر گنّا ڈالا جائے جو قوتِ محرکہ کا قائم مقام ہے اور پھر بیلنا حرکت کرے تو اس سے رس ٹپکنے لگتی ہے۔ اِسی طرح انسان کے اندر جب عقیدہ پیدا ہوتا ہے۔ اور قوتِ محرکہ بھی پیدا ہوتی ہے تو قوتِ محرکہ مقصد کے ساتھ مل کر رس پیدا

کرتی ہے۔ جس طرح بیلنا ہو مگر اُس میں گنا نہ ڈالا جائے تو بیلنے کو حرکت دینے سے رس نہیں ٹپکتی۔ اس طرح اگر صرف عقیدہ ہی عقیدہ ہو قوتِ محرکہ نہ ہو تو اس سے انسان کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔ جس طرح بیلنے کو جب تک حرکت نہ دی جائے اور اس میں گنّا نہ ڈالا جائے انسان رس حاصل نہیں کرسکتا۔ رس نکالنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیلنا میں گنّے ڈالے اور پھر اسے حرکت دے۔ اِسی طرح کوئی مقصد معیّن ہوتا ہے اور پھر انسان کے اندر ایک جوش ہوتا ہے کہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے کچھ کرنا چاہئے اور پھر انسان وہ کام کرنے لگ جائے تو اِس کو عمل کہتے ہیں، عمل کے بغیر بھی انسان صحیح نتیجہ پیدا نہیں کرسکتا۔ میں نے بتایا ہے کہ خالی بیلنا حرکت کرتا رہے اس میں گنّا نہ ڈالا جائے تو رس حاصل نہیں ہوسکتا اسی طرح عقیدہ ہو لیکن قوتِ محرکہ صحیح طور پر کام نہ کرے تو ایمان بیکار ہے۔ اسی طرح اگر عمل ہو ایمان نہ ہو تو وہ عمل بھی بیکار ہے اس کا کوئی مفید نتیجہ حاصل نہیں ہوگا۔ یورپ والے کتنا عمل کر رہے ہیں لیکن چونکہ وہ عمل ایمان کے تابع نہیں اِس لئے وہ روحانیت سے دور ہیں۔

دراصل عمل ایمان کا لباس ہے اور ایمان مخفی چیز ہے۔ جب ہم لباس کو دیکھتے ہیں تو اس سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اس کے پیچھے کوئی آدمی ہے۔ فرض کرو دور سے کوئی آدمی آرہا ہے ہم اس کے کپڑے دیکھتے ہیں تو ان کپڑوں سے سمجھ لیتے ہیں کہ وہ آدمی ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ محض کپڑے ہی ہوتے ہیں کوئی آدمی وہاں نہیں ہوتا جیسے کوئی کپڑے دھوکر سکھانے کیلئے دیوار یا کسی درخت پر لٹکا دے۔ لیکن عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ جب کپڑے نظر آئیں تو اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ ان کے پیچھے کوئی آدمی ہے۔ اگر کوئی قمیص ہل رہی ہے اور ایک شخص دوسرے سے کہتا کہ دیکھو وہ کوئی آدمی آرہا ہے تو وہ اسے جھٹلائے گا نہیں یہ نہیں کہے گا کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ دس لاکھ میں سے نو لاکھ ننانوے ہزار نو سَو ننانوے حالات میں وہ آدمی ہوتا ہے خالی قمیص نہیں ہوتی۔ لیکن کبھی کبھی خالی قمیص بھی لٹکی ہوئی ہوتی ہے اور یہ استثنائی چیز ہے۔ ورنہ عام حالات میں قمیص اور آدمی دونوں اکٹھے ہوں گے۔ اسی طرح جب عمل نہیں ہوگا ہم ایمان کو نہیں مانیں گے اور عمل ایمان کے

بغیر پیدا نہیں ہوتا۔ عمل گواہی دیتا ہے ایمان پر اور ایمان پیدا کرتا ہے عمل کو۔

تیسری چیز جو احمدیت میں داخل ہونے والے کے لئے اپنے اندر پیدا کرنا ضروری ہے وہ راست بازی ہے۔ یہ خُلق بھی کام کے لئے ایک اصولی خُلق ہے۔ راست بازی اپنی ذات میں ایک طبعی چیز ہے مثلاً کوئی شخص آپ کے سامنے بُوٹ رکھے اور کہے یہ کیا ہے؟ تو آپ کہیں گے یہ بُوٹ ہے۔ اور اگر وہ شخص یہ کہے کہ تم اسے بُوٹ نہ کہو تو تم کہو گے اور کیا کہوں یہ ہے ہی بُوٹ۔ غرض راست بازی ایک طبعی چیز ہے اور انسان مجبور ہوتا ہے کہ وہ سچ کہے۔ لیکن جب مصلحتاً وہ اُسے بدلنا چاہتا ہے تو وہ ایک غیر طبعی چیز بن جاتی ہے۔ راست بازی مذہبی چیز نہیں، راست بازی انسان کا طبعی حصہ ہے۔ جب تم سچ بولنے سے انکار کرتے ہو تو گویا فطرت کا انکار کرتے ہو۔ راست بازی کس چیز کا نام ہے؟ فرض کرو تمہارے سامنے پہاڑ کا ایک ٹیلہ ہے تو تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ایک گدھا ہے، تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ یہ ریل ہے، تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ یہ لنڈن ہے، تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ نیویارک ہے، تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ یہ دہلی ہے، تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ یہ دریا ہے، تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ یہ ایک خیمہ ہے، تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ یہ ایک خادم ہے جو پہرہ دے رہا ہے۔ تم یہ سب کچھ کہہ سکتے ہو لیکن جو شخص تمہارے ساتھ سازش میں شریک نہیں ہوگا اُسے جب تم کہو گے کہ یہ پہاڑی ہے تو وہ کہے گا ٹھیک ہے۔ لیکن جب تم کہو گے کہ یہ خیمہ ہے تو وہ کہے گا یہ جھوٹ ہے تم پاگل ہو گئے ہو۔ جب تم کہو گے یہ لنڈن ہے تو وہ کہے گا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ، اگر تم کہو گے کہ یہ نیویارک ہے تو وہ کہے گا پاگل خانہ میں جا کر علاج کرواؤ۔ غرض جھوٹ یا سازش میں جو شریک نہ ہو اس کے سامنے جب کسی چیز کا وہ نام لو جو اُس کا اصلی نام نہیں تو تین کنڈیشنز ہوں گی۔ یا تو وہ کہے گا یہ تمسخر کر رہا ہے۔ یا کہے گا کہنے والا احمق ہے۔ یا کہے گا یہ جھوٹ ہے۔ اِن تین حالتوں کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔

غرض راست بازی ایک طبعی خُلق ہے اور اِس کی علامت یہ ہے کہ جب کسی کے سامنے تم ایک چیز کا وہی نام لو گے جو اُس کا اصلی نام ہے تو وہ اُس کی تصدیق کرے گا

اور جب کوئی اور نام لو گے تو وہ تمہاری تکذیب کریگا۔ تم اپنی بیوی، بیٹے، ماں باپ اور بھائی کے سامنے بھی کوئی اور نام لے کر اُنہیں یقین دلانے کی کوشش کرو گے تو وہ تمہاری تکذیب کریں گے۔ تم اگر اپنے بچہ کے سامنے بھی اِس پہاڑی کے متعلق یہ کہو گے کہ کراچی سے ایک خادم آیا ہے اور وہ پہرہ دے رہا ہے تو وہ کہے گا باپ مذاق کر رہا ہے۔ تم اگر زیادہ زور دو گے تو ہوسکتا ہے وہ مان جائیں اور کہیں زیادہ نہ چڑاؤ کہیں جنون بڑھ نہ جائے۔ پس راست بازی باہر سے نہیں آتی بلکہ انسان کے اندر سے پیدا ہوتی ہے۔ باہر سے اسے مٹایا جاتا ہے۔ مثلاً تم اپنے کسی دوست سے مذاق کرنا چاہتے ہو۔ تم ایک بانس پر شلوار اور قمیص لٹکا کر کہو گے کہ یہ آدمی کھڑا ہے تو یہ بات باہر سے پیدا ہوئی ہے۔ تمہارا دل یہ کہہ رہا ہوگا کہ یہ ایک بانس ہے اور اِس پر شلوار اور قمیص لٹکائی ہوئی ہے۔

راست بازی جہاں ایک فطری اور طبعی خُلق ہے وہاں دین کو بھی اِس کی ضرورت ہوتی ہے۔ قطع نظر اِس کے کہ راست بازی چھوڑ کر تم آدمیت کے دائرہ سے نکل جاتے ہو کیونکہ آدمی نام ہے دل کا۔ آدمی اُس فیصلہ کا نام نہیں جو تم طبعی حالات میں کرتے ہو۔ آدمی نام ہے اُن صحیح جذبات اور صحیح افکار کا جو انسان کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔ آدمی نام ہے صحیح عزائم اور صحیح اِرادوں کا جو انسان کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔ جب صحیح جذبات، صحیح افکار اور صحیح عزائم اَور صحیح ارادوں کے خلاف تمہاری ظاہری اغراض اور خارجی ضرورتیں تمہیں کوئی اَور بات کہنے پر مجبور کرتی ہیں تو وہ غیر طبعی چیز بن جاتی ہے راست بازی نہیں رہتی۔ مگر جہاں آ کر آدمیت کا تعلق ہوتا ہے تم اُسے کچل رہے ہوتے ہو۔ لیکن اِس کے ساتھ ہی راست بازی کی مذہب کو بھی ضرورت ہوتی ہے اِس لئے کہ مذہب خود ایک سچائی ہے۔ اِس لئے کہ خدا تعالیٰ کا ایک نام حق بھی ہے یعنی خدا تعالیٰ ایک ایسی چیز ہے جو خلافِ واقعہ نہیں بلکہ وہ اُسی طرح ہے جس طرح کہا گیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ وہ بات کہتا ہے جو راست ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ پہاڑ کو دریا نہیں کہتا اور نہ دریا کو پہاڑ کہتا ہے وہ پہاڑ کو پہاڑ اور دریا کو دریا کہتا ہے۔ وہ آدمی کو جنگل نہیں کہتا اور نہ جنگل کو آدمی کہتا ہے۔ وہ آدمی کو آدمی اور جنگل کو جنگل کہتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر آنے والی چیز راست اور

درست ہوتی ہے اور چونکہ مذہب راست بازی ہے اس لئے جو اس پر عمل کرے گا وہ راست باز ہوگا۔ بازی کے معنی ہیں عمل کرنا، کھیلنا۔ بازی فارسی کا ایک لفظ ہے اور اس کے معنی کھیلنے کے ہوتے ہیں۔ اور راست بازی کے معنی ہیں راستی کے ساتھ کھیلنا سچائی پیش کرنا۔ سچائی کو مقصود قرار دے لینا۔ گویا انسان جس طرف بھی حرکت کرے اُس کا مقصود راستی ہو۔ جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص دولت میں کھیل رہا ہے تو اِس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اُس کے اِردگرد دولت ہی دولت ہے۔ اِسی طرح راست بازی کے معنے یہ ہیں کہ سچائی اُس کے اِردگرد جلوہ گر ہوتی ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والے دلائل، تعلیمات اور عقائد ہمیشہ سچے ہوتے ہیں اِس لئے جو شخص اِن کے مطابق اپنی زندگی بنا لیتا ہے وہ راست باز ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص راست باز نہ رہے تو وہ ان احکام کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں اپنا نہیں سکتا۔ وہ انہیں اپنی زندگی کا مقصد قرار نہیں دے سکتا کیونکہ یہ امر محال ہے کہ ایک شخص خدا تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے والا بھی ہو اور وہ جھوٹ کا عادی بھی ہو۔ گویا دوسرے لفظوں میں مذہب نام ہے راست بازی کا۔ اور سچا مذہب نام ہے اِس بات کا کہ وہ تمہارے سونے جاگنے، اُٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے پر بلکہ تمہاری ہر حرکت پر حاوی ہو۔ وہ تمہاری ہر شعبہ زندگی میں راہ نمائی کرتا ہو۔ اور اگر مذہب نام ہے راست بازی کا تو اِس کے معنی یہ ہوں گے کہ مذہب پر چلنے والا شخص سچائی کو اپنے ہر شعبۂ زندگی میں داخل کرتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص جھوٹ کا عادی ہوگا تو اِس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ جہاں بھی جھوٹ بولے گا مذہب کو پَرے دھکیل دیگا۔ مثلاً تمہارا ایک دوست ہے اُسے یہ علم نہیں کہ تم چور ہو تمہیں علم ہے کہ اگر اُسے پتہ لگ گیا کہ تم چور ہو تو وہ تمہیں چھوڑ دے گا۔ تم اگر دونوں اکٹھے جا رہے ہو اور تمہیں پتہ لگتا ہے کہ رستہ میں مال پڑا ہے اور تم اُسے چرانا چاہتے ہو تو تم اُس دوست کو اِس کا علم نہ ہونے دو گے بلکہ بہانہ بنا کر اُس سے الگ ہو جاؤ گے کیونکہ تم جانتے ہو کہ وہ دوست تمہارے رستہ میں حائل ہوگا۔ پس اگر مذہب کا نام راستی ہے اور تمہیں ذرا بھی جھوٹ بولنے کی عادت ہے تو تم جہاں بھی جھوٹ کی طرف مائل ہوگے وہاں تم مذہب چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ پس جھوٹ

اور مذہب دونوں الگ الگ چیزیں ہیں اور دونوں ایک وقت میں نہیں چل سکتے ۔ چونکہ مذہب ایک سچا دوست ہے وہ دنیا میں تمہیں پار گزارتا ہے اور اگلے جہاں میں تمہیں جنت میں لے جاتا ہے۔ وہ ایک دوست ہے جو تمہارے ساتھ چوری، فریب اور لُوٹ میں شریک ہونے کے لئے تیار نہیں اِس لئے یا تو اس کے ساتھ فریب کررہے ہو گے یا تم اُسے چھوڑ دو گے تا وہ تمہیں چوری اور دوسرے خلافِ شریعت اُمور سے باز نہ رکھ سکے۔ پس راست بازی جہاں انسانیت کا تقاضا ہے ،وہاں وہ مذہب کا تقاضا بھی ہے مذہب اور جھوٹ اسی طرح جمع نہیں ہو سکتے جس طرح کفر اور مذہب دونوں جمع نہیں ہو سکتے ۔ یہ تین باتیں ہیں جو میں نے تم سے کہی ہیں ۔ اجتماع کے دوران میں جُوں جُوں موقع نکلے گا مَیں یہاں آؤں گا اور کچھ اَور باتیں بھی کہوں گا ۔ مگر یہ خوب یاد رکھنا کہ جب تم مجھے دیکھو میرے اِردگرد جمع نہ ہونا کیونکہ اِس طرح مٹی اُڑے گی اور میری کھانسی اور بڑھ جائے گی اور اِس صورت میں میں باوجود خواہش کے اجتماع میں شریک نہ ہوسکوں گا ۔''

(الفضل ۱۹، ۲۰/ اکتوبر ۱۹۶۱ء)

---

[۱] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف